امرائے بنواُمیہ کی قبریں اُکھیڑ دیں۔ ہڈیاں باہر پھینک دیں اور بچی کھچی لاشوں کو کتوں کے آگے ڈال دیا۔ دوسری طرف اُنہوں نے ابومسلم خراسانی ،جس کی مدد اور کاوش سے اُنہوں نے بنو اُمیہ کا تختہ اُلٹا تھا، کو کھلی چھٹی دے دی اور اس بدبخت نے ملک خراسان میں آباد ایک ایک عرب کو چن چن کر قتل کروایا۔ صرف چند خاندان جو جان بچا کر قریبی علاقوں میں چلے گئے، بچ گئے تھے۔ اب اپنے تمام مظالم کو چھپانے اور لوگوں کے ذہن سے نکالنے کے لیے ان کے پاس صرف واقعۂ کربلا تھا جس کی اُنہوں نے خوب تشہیر کی اور اسی دور کے ابو مخنف یحییٰ بن لوط اور اس جیسے دیگر دروغ گو مصنّفین اور شعراء ان کے ہتھے چڑھ گئے جن سے بے سند جھوٹی اور طلسماتی واقعاتِ کربلا لکھوا کر اُمت میں افتراق کا ایسا بیج بویا جس کو اُمت اب تک کاٹ رہی ہے۔

⑤ ۳۱۷ھ میں ابوطاہر قرمطی کا خانۂ کعبہ کو تاراج کرنا، حاجیوں کا قتل عام کرنا، صحن کعبہ میں شراب پینا، زنا اور لواطت کرنا اور حجر اسود کو اُکھاڑ کر اپنے شہر لے جانا۔

اگر تاریخ اسلام کا غور سے مطالعہ کیا جائے تو زمانۂ حال تک ایسے واقعات اتنے ملیں گے جن کا اِحاطہ مشکل ہے۔ آج تک یہ تاریخ ان لوگوں (یہود، مجوس، روافض) کی سازشوں، دجل و فریب اور سیاہ کارناموں سے بھری پڑی ہے جس سے اہل اسلام کو پہلے بھی اور اب تک لگاتار نقصان پہنچ رہا ہے۔ آخری قابل افسوس بات یہ ہے کہ اگر ہم اہل حق ان کے صفائی کے وکیل بن کر ان کے موقف کو تسلیم کرلیں تو وہ ہر مجلس میں اس کا حوالہ دیں گے جس کا اسلام کو جو نقصان پہنچنا ہے وہ پہنچے گا، لیکن قیامت کے دن ہم اللہ تعالیٰ کو کیا جواب دیں گے۔ والسلام

میاں عبدالمجید، جامع مسجد قبا اہلحدیث، چناب بلاک، علامہ اقبال ٹاؤن، لاہور

④ مراسلہ مولانا عبدالولی حقانی حفظہ اللہ، دارالسلام، لاہور

محترم جناب ڈاکٹر حافظ حسن مدنی حفظہ اللہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اُمید ہے مزاجِ گرامی بخیر ہوں گے۔ آپ کے مؤقر ماہنامہ 'محدث' کا ماہ جولائی ۲۰۱۰ء کا شمارہ پڑھنے کو ملا۔ الحمدللہ نہایت مفید و وقیع مضامین پر مشتمل ہے، بطورِ خاص شیخ حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ کا مضمون بڑا ہی مفید ہے۔

علاوہ ازیں ایک نہایت اہم موضوع 'چہرہ کا پردہ' پر بھی حافظ محمد زبیر تیمی حفظہ اللہ کا مضمون

شائع ہوا ہے۔ یہ موضوع جتنا اہم اور سنجیدہ ہے، مذکورہ مضمون میں اس کے ساتھ اتنا ہی غیر سنجیدگی کا مظاہرہ کیا گیا ہے۔اس حوالے سے چند نکات کی طرف توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں۔مقصد یہ ہے کہ 'محدث' جو ہم سب کا ترجمان مجلّہ ہے، مزید باوقار بنے اور محل اعتراض نہ ٹھہرے۔

① حافظ محمد زبیر صاحب نے صفحہ ۲۲ پر اُمّ المؤمنین عائشہؓ کی یہ حدیث درج کی ہے:

قَالَتْ: كَانَ الرُّكْبَانُ يَمُرُّوْنَ بِنَا وَنَحْنُ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ مُحْرِمَاتٌ فَإِذَا حَاذَوْا بِنَا سَدَلَتْ اِحْدَانَا جِلْبَابَهَا مِنْ رَأْسِهَا عَلىٰ وَجْهِهَا فَإِذَا جَاوَزُوْنَا كَشَفْنَاهُ

اور پھر اس پر اِعتراض نقل کیا ہے کہ بعض لوگوں نے اس حدیث کو اَزواجِ مطہرات کے ساتھ خاص کیا ہے۔اس کا جواب دیتے ہوئے موصوف لکھتے ہیں:

''اس حکم کو ازواجِ مطہرات کے ساتھ خاص کرنا درست نہیں، کیونکہ حضرت عائشہؓ نے حدیث میں صرف اپنا طرزِ عمل بیان نہیں کیا بلکہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر حج کے دوران جتنی بھی خواتین ہوتی تھیں، ان سب کے بارے میں بتلایا ہے کہ قریب سے گزرنے پر اپنے چہرے اپنی چادروں سے ڈھانپ لیتی تھیں۔''

سوال یہ ہے کہ اگر یہاں ازواجِ مطہرات کے علاوہ دیگر عورتیں بھی مراد ہیں تو کیا وہ رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں چہرہ کھلا رکھتی تھیں اور قافلوں کے آنے پر پردہ ڈال دیتی تھیں۔اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ کسی اجنبی کے ہوتے ہوئے عورت چہرہ کھلا رکھ سکتی ہے۔دوسرا سوال یہ ہے کہ عورتیں اپنے اپنے محارم کے ساتھ سفر کرتی تھیں یا کہ نبی ﷺ کے ہمراہ؟ اگر اس سے اَزواجِ مطہرات کے علاوہ دیگر محارمِ نبی ﷺ مراد ہیں تو اس کی حدیث میں نہ تو وضاحت کی گئی ہے اور نہ کوئی دلیل ذکر ہے۔

میرا مقالہ نگار سے سوال ہے کہ اس باب میں ص ۲۷ پر درج کردہ جب فاطمہ بنت منذرؒ والی حدیث موجود ہے تو اس طرح کی ضعیف السند اور غیر واضح حدیث سے استدلال کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ فاطمہ بنت منذر والی حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

"كُنَّا نُخَمِّرُ وُجُوْهَنَا وَنَحْنُ مُحْرِمَاتٌ وَنَحْنُ مَعَ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِىْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقِ" (موطا امام مالک: رقم ۷۲۴)

④اس کے بعد حضرت عائشہ صدیقہؓ کی حدیث کے راوی یزید بن ابی زیاد کے بارے میں بھی عجیب استدلال فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اس حدیث کی سند میں ایک راوی یزید بن ابی زیاد مختلف فیہ راوی ہے، لیکن اس راوی کا ضعیف ہونا ائمہ محدثین کے نزدیک اتفاقی نہیں ہے۔'' (محدث:ص ۲۳)

سوال یہ ہے کہ کسی راوی کے ضعیف ہونے کے لیے ائمہ محدثین کا اتفاق کرنا ضروری ہے اور تب ہی وہ راوی ضعیف بنتا ہے۔ اگر قاعدہ یہ ہے کہ تو پھر تو بہت سے ضعیف راوی ضعیف نہیں ٹھہریں ہوں گے کیونکہ ان کے ضعیف ہونے پر سب کا اتفاق نہیں۔ اس راوی کو یحییٰ بن معین، احمد، شعبہ، وکیع، ابن المبارک، ابوحاتم رازی، نسائی، ابن عدی، ابوداؤد، ابن خزیمہ، جوزجانی، عقیلی، دارقطنی، ابن حجر اور ذہبی وغیرہ نے ضعیف کہا ہے۔ ان کے علاوہ اور بھی محدثین ہیں جنہوں نے اس راوی کو ضعیف قرار دیا ہے۔ (تفصیل کے لیے محترم حافظ زبیر علی زئی کی کتاب 'نور العینین' ص ۱۳۵ ملاحظہ کیجئے) جب کہ توثیق کرنے والے ابن شاہین، احمد بن صالح، عجلی، ابن سفیان اور ابن سعد ہیں۔

حافظ محمد زبیر تیمی لکھتے ہیں:

''یہی وجہ ہے کہ امام مسلم نے بھی اس سے حدیث نقل کی ہے اور امام ذہبیؒ نے اسے صدوق کہا ہے۔'' (ایضاً)

ان دونوں میں تیمی صاحب نے انصاف سے کام نہیں لیا، کیونکہ امام مسلم نے اس سے اِصالۃً روایت نہیں لی بلکہ مقروناً بالغیر روایت لی ہے۔ جیسا کہ امام ذہبی نے المغني في الضعفاء اور الکاشف میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔ تو ایک راوی سے اصالۃً روایت کرنا اور بات ہے جب کہ مقروناً بالغیر روایت کرنا اور بات۔

امام ذہبیؒ کی بات اُنہوں نے اَدھوری نقل کی ہے۔ جیسے کوئی شخص لا تقربوا الصلاۃ کو نقل کرے اور وأنتم سکارٰی کو چھوڑ دے۔ اُنہوں نے امام ذہبی کی بات 'صدوق' تو لے لی، لیکن اُنہوں نے صدوق سے متصل جو لفظ ردیء الحفظ لکھا ہے، اسے چھوڑ دیا ہے۔ پورا جملہ یہ ہے: "صدوق ردیء الحفظ" اب کیا یہ ظلم نہیں ہے کہ امام ذہبی اسے صدوق ردیء الحفظ یا مشہور سيء الحفظ (کما في المغنی في الضعفاء)

کہیں اور موصوف ردئ الحفظ یاسیء الحفظ کے لفظ کو اُڑا دیں۔

③ لفظ 'خمار' (ص ۲۶) سے متعلقہ مبحث میں موصوف نے غیر واضح انداز اختیار کیا ہے یعنی چہرہ ڈھانپنے کے لیے اُنہوں نے خمار کے استعمال کو ثابت کیا ہے، لیکن یہ نہیں بتایا کہ خمار کہتے کس کو ہیں؟ شرعی مسائل میں واضح اور تلبیس سے مبرا انداز اختیار کرنا چاہئے۔ چہرے کے پردے کے بارے میں جب دیگر واضح دلائل موجود ہیں تو پھر اس طرح کے احتمالی دلیل کا سہارا لینے کی کیا ضرورت؟ منکرینِ حدیث و حجاب ہمارے اس طرح کے کمزور و غیر واضح استدلات سے فائدہ اٹھا کر لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں۔

④ صفحہ ۳۱ پر عائشہؓ کی حدیث: أومت امرأة من وراء سترٍ...... پیش کی ہے۔ جبکہ یہ حدیث ضعیف ہے، اس میں ایک راوی مطیع بن میمون لین الحدیث ہے۔ (تقریب التہذیب) اور ایک راویہ صفیہ بنت عصمہ بھی لا تعرف غیر معروف ہے۔ امام احمدؒ نے اسے منکر کہا ہے۔ (دیکھئے سنن ابو داود: ۴۱۶۶، بہ تحقیق شیخ زبیر علی زئی)   والسلام

⑤ مراسلہ مولانا حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ

عزیز القدر ڈاکٹر حافظ حسن مدنی   السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مولانا مقتدیٰ حسن ازہریؒ کی وفات کے موقع پر چند یادداشتیں سپردِ قلم کی ہیں، جنہیں اپنے مؤقر مجلہ میں شائع فرما دیں۔ جزاکم اللہ خیراً

''مولانا مقتدیٰ حسن ازہری بھی داغِ مفارقت دے گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

مولانا مرحوم کی زیارت اور ملاقات کی شدید خواہش تھی، لیکن پاک و ہند کی غیر انسانی حکومتوں اور ان کی سیاسی آویزشوں نے آنے جانے کی راہ میں جو غیر ضروری رکاوٹیں کھڑی کر رکھی ہیں، قربِ مکانی کے باوجود اُنہوں نے مشکلات کے ہمالیے کھڑے کر دیئے ہیں جنہیں عبور کرنا اہلِ علم کے لئے کارے دارد ہے۔

اس سے قبل محدثِ ہند مولانا عبید اللہ رحمانی مبارکپوری، مولانا عبد الوحید آف بنارس، مولانا رئیس احمد ندوی، خطیبِ اسلام مولانا جھنڈانگری رحمہم اللہ اجمعین اور دیگر بہت سے اہل علم کی زیارت کے شرف سے محرومی مسلسل قلق و اضطراب کا باعث ہے۔ قدّر اللہ ماشاء وما لم یشأ لم یکن!